خلاصہ شرح عقائد

الحمد للہ "شرح عقائد شریف" کسی حد تک ایک سہل انداز اور سوالاً و جواباً لکھنے کی سعی کی ہے۔

اگر کوئی قاری غلطی پر مطلع ہو۔ تو اس سے مجھے آگاہ فرمائیے گا۔

ابوالمتبسم ایاز احمد عطاری

0312-8065131

10-05-2020

س ۱: کلام کی تعریف سپردِ قلم فرمائیے؟

ج: کلام وہ صفت ازلی ہے۔ جسکو نظم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یعنی:۔ یہ جو ہم نظم قرآن پڑھتے ہیں، یہ اسی کلام باری تعالیٰ سے تعبیر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نظم سے مراد وہ کلام ہوتا ہے:۔

س ۲: کلام کا جو معنیٰ لیا کہ "جو نفس میں ہوتا ہے" یہی علم وارادہ ہے، لہٰذا کلام مستقل صفت نہ ہوئی؟

ج: یہ کلام "علم وارادہ" سے بہت الگ ہے:۔

علم سے مغایر اسطرح ہے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ اس چیز کی خبر دیتا ہے۔ جس کا اسے علم نہیں ہوتا۔ پھر وہ کلام ہوتا ہے:۔

ارادہ سے مغایر اسطرح ہے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ارادہ نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی کلام پایا جاتا ہے:۔

مثلاً:۔ کوئی شخص اپنے غلام کو حکم دے کہ میرے لئے چائے لیکر آؤ۔ اس کا ارادہ چائے منگوانے کا نہیں ہوتا۔ بس غلام کی نافرمانی کا قصد ہوتا ہے۔ کہ یہ چائے لانے سے انکار کر دے گا۔ تو یہاں کلام تو پایا جا رہا ہے۔ لیکن ارادہ نہیں پایا جاتا:۔

س ۳: کلام نفسی کی تعریف قلم بند فرمائیے؟

ج: تعریف:۔ کلام وہ صفت ہے جو سکوت وآفت کے منافی ہے:۔

سکوت سے مراد:۔ تکلم پر قدرت کے باوجود تکلم کو ترک کرنا:۔

آفت سے مراد:۔ آلات مطاوعت نہ کریں:۔

س 4: کلام نفسی کے ثبوت پر دلائل تحریر کریں؟

ج: پہلی دلیل:-

اخطل شاعر نے کہا کہ "کلام دل میں ہوتا ہے، لیکن زبان کو دل پر دلیل بنایا جاتا ہے:-

کہ زبان پر وہی کچھ جاری ہوتا ہے۔ جو دل میں ہوتا ہے، تو دل میں وہی "کلام نفسی" ہوتا ہے:-

دوسری دلیل:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا قول:-

"میں اپنے نفس میں تقریر کو گھڑا لیکن تقریر کر نہ سکا:-"

تو یہی "کلام نفسی" ہے:-

س 5: کلام نفسی اللہ تعالیٰ کے ثابت ہے اس پر دلائل ذکر کریں؟

ج: دلیل:-

"صفتِ کلام" اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔

اس بات پر "اجماعِ امت" ہے:-

اور دوسرا انبیاءِ کرام علیھم السلام سے نقلِ متواتر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے۔ اور انبیاء علیھم السلام کی اخبار معتبر ہوا کرتی ہیں:-

س 6: اللہ تعالیٰ کی ذات "متکلم بالکلام" ہے یا نہیں؟ مع اختلاف بیان کریں:-

ج: اس بارے میں "2" مذھب ہیں:- اور وہ یہ ہیں:-

1- اہلسنت 2- معتزلہ

عند اہلسنت:-

جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی ذات "متکلم بالکلام" ہے:-

دلیل:-

ماخذ اشتقاق کے قیام کے بغیر کسی چیز کیلئے مشتق کا اثبات ضروری طور ممتنع ہے:- یعنی:- بغیر ماخذِ اشتقاق

کے مشتق کا پایا جانا ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مشتق، ماخذ اشتقاق
کے ساتھ پایا جائے گا:۔

عند المعتزلہ:۔
اللہ تعالیٰ "متکلم بالکلام" نہیں ہے۔ بلکہ اس کا کلام
غیر میں پایا جاتا ہے:۔
مثلاً:۔ لوحِ محفوظ، جبرائیل علیہ السلام پر:۔

دلیل:۔
"صفتِ کلام" اللہ کی ازلی صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی
ذات کیساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے۔ اور اللہ کا کلام حروف و
اصوات کی جنس سے بھی نہیں ہے۔
وجہ:۔ کیونکہ یہ اعراض حادث ہیں۔ اور ان میں یہ شرط ہے کہ بعض حروف پیدا ہوں۔ بعض
کے ختم ہونے کے ساتھ۔ اسلئے کہ پہلے حروف کے ختم ہونے کے
بعد بغیر دوسرے حرف سے تکلم ممتنع ہے تو لہذا اس میں حدوثیت
پائی جاری ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام حروف و
اصوات کی جنس سے نہیں ہے:۔

س 7 صفاتِ الٰہیہ ذاتیہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟
بیان کریں:۔

ج صفات:۔
صفاتِ الٰہیہ ذاتیہ "8" ہیں۔ وہ یہ ہیں۔
1۔ علم 2۔ قدرت 3۔ حیات 4۔ سمع
5۔ بصر 6۔ ارادہ 7۔ تکوین 8 کلام

س 8 کلام صفت ہے جو کہ سکوت و آفت کے منافی ہو یہ
تو کلام لفظی پر صادق ہے نہ کہ کلام نفسی پر؟
ج سکوت و آفت سے مراد "باطنی" ہے۔ اس طور پر کہ وہ
دل میں تکلم کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتا ہے۔ یا تکلم کے
بارے میں غور و فکر پر قادر نہیں ہے:۔ لہذا اس کا تعلق "کلام نفسی" سے ہے:۔

س 9: امام رازی علیہ الرحمہ کا "صفت کلام" کے بارے میں موقف کیا ہے؟ بیان کریں:۔

ج: امام رازی علیہ الرحمہ صفت کلام ازل میں ایک ہے۔ اور وہ خبر ہے۔ باقی اقسام (امر، نہی، استفہام، نداء) سب خبر کے تحت ہیں۔
لہذا کلام واحد ہے۔ اس میں تکثر نہیں:۔
تمام اقسام خبر کے تحت داخل ہیں:۔

شارح کا امام رازی کا رد:۔

آپ نے اقسام خمسہ کو فقط خبر کیسے کہہ دیا، حالانکہ سب اقسام کا مفہوم و معنی متغایر ہے۔ نیز خبر میں صدق و کذب کا احتمال ہوتا ہے۔ جبکہ امر و نہی میں اس کا احتمال نہیں ہوتا:۔
شیٔ کا کسی کو مستلزم ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ استلزام کی وجہ سے دونوں چیزیں متحد ہو گئیں، بلکہ یہ سب الگ الگ ہیں، آپ نے کہا "امر و نہی وغیرہ" سب میں خبر دینے کا معنیٰ پایا جاتا ہے،
لہذا ساری اقسام خبر ہی ہیں۔ یہ غلط ہے، سب کا معنیٰ الگ الگ ہے!

س 10: معتزلہ نے اعتراض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام "امر و نہی وغیرہ" ازلی ہے تو پھر امر و نہی وغیرہ بھی ازلی ہوں گے، تو امر و نہی کیلئے "مامور" کا ہونا ضروری ہے۔
حالانکہ ازل میں صرف اللہ کی ذات تھی۔ تو بغیر مخاطب کے کلام کرنا تو عبث بن جاتا ہے؟

ج: اللہ کا کلام ازل میں "امر و نہی" وغیرہ کچھ بھی نہ تھا، یہ بعد کی پیداوار ہے، جب ازل میں امر و نہی نہ تھا تو مخاطب نہ ہو گا،
اس مذہب کی بنیاد پر اعتراض بھی وارد نہ ہوگا، اور نہ ہی کچھ عبث لازم آئے گا:۔

اشاعرہ کا جواب:۔
جس سے اللہ نے امر و نہی کیا ہے وہ "مامور" جب پیدا ہوگا اور اس میں "مامور بہ" کی صلاحیت جب پیدا ہوگی، تب وہ کام سرانجام دے گا۔
جیسے:۔ کوئی شخص تصور کرے کہ اس کا بیٹا پیدا ہوگا تو وہ اسے حکم دے گا:۔

س ۳: قرآن کے بارے میں جو اشاعرہ اور معتزلہ کا اختلاف ہے وہ بیان کریں:۔؟
ج: کلام اللہ کے مخلوق ہونے یا نہ ہونے پر اختلاف نہیں ہے، بلکہ کلام نفسی کے اثبات و نفی پر ہے:۔
اس بارے میں "2" مذہب ہیں:۔ 1- اشاعرہ 2- معتزلہ:۔

عند الاشاعرہ:۔
کلام نفسی ازلی و ابدی ہے:۔
پہلی دلیل:۔
اس بات پہ امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے، اور اہل لغت کا اس بات پہ اجماع ہے کہ مشتق کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جس کے ساتھ ماخذ اشتقاق قائم ہو، لہٰذا اللہ تعالیٰ متکلم ہے،
جبکہ صفت کلام: اللہ کے ساتھ قائم ہے:۔
دوسری دلیل:۔
یہ بات انبیاء کرام علیہم السلام سے تواتر سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے، اور صفت کلام اسلئے ثابت ہے، جب کلام لفظی حادث ہونے کی وجہ سے ذات باری سے متصف ہونے سے پاک ہے تو متعین ہو گیا کہ جو کلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے، وہ کلام نفسی اور قدیم ہے:۔

عند المعتزلہ:۔
کلام لفظی حادث ہے۔
کلام نفسی کے اثبات کے قائل ہیں۔

دلیل :-

قرآن کے کچھ اوصاف ایسے ہیں۔ جو مخلوق کی صفات میں سے ہیں :-

جیسے :- قرآن کا ایک وصف تالیف ہے، اور یہ قرآن کے اجزاء ہیں، جو چیز اجزاء پر موقوف ہوتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے، اور محتاج چیز حادث ہوتی ہے، لہذا تالیف حادث ہے تو موصوف بالتالیف بھی حادث ہوا :-

نتیجہ :-

اگر ہم بھی معتزلہ کی طرح کلام کو صرف کلام لفظی میں منحصر رکھیں، اور کلام نفسی کو ثابت نہ کریں تو ہم بھی کلام لفظی " کلام اللہ " کو قدیم نہیں کہیں گے،

اور اگر معتزلہ ہماری طرح " کلام نفسی " کو مان لیں، تو وہ بھی کلام نفسی کو حادث نہیں مانیں گے، بلکہ ہماری طرح قدیم اور غیر مخلوق مانیں گے :-

س[12] قرآن کی تعریف سپرد قلم فرمائیے ؟

ج تعریف القرآن :-

مصاحف میں مکتوب ہے، اشکال کتابت اور صور حروف کے ساتھ، اور یہی کلام ہمارے قلوب میں محفوظ ہے، اور یہ " مقروء " بھی ہے، اور یہ کلام " مسموع " ہے،

قرآن کی یہ تعریف ہے، بے شک لیکن یہ کلام نفسی کی تعریف نہیں ہے، بلکہ " کلام لفظی " کی تعریف ہے :-

س[13] معتزلہ کا اعتراض :- تم اس بات پر متفق ہو کہ قرآن نام اس چیز کا جو مصاحف کے دو گتوں کے درمیان ہے کہ ہم تک " تواتراً " نقل کیا گیا اور ہم اس کی قراءت کرتے ہیں، سنتے ہیں، یاد کرتے ہیں، یہ سب حادث ہیں،

کیونکہ قراءت کا محل " زبان " ہے، سماع کا محل " کان " ہے، حفظ کا محل " قلب " ہے،

جب یہ تمام محلات حادث ہیں تو ان کا حال بھی حادث ہوگا؟

ج: کلام نفسی کا مکتوب فی المصاحف ہونے سے مراد یہ ہے کہ کلام نفسی
دلالت کرنے والے حروف کی صورتیں اور کتابت کے نقوش وہ مکتوب ہیں،
نہ کہ یہ خود کلام نفسی مصحف میں حلول کیے ہوئے ہے،
قرآن کے "مقروء و مسموع" ہونے سے مراد یہ کہ کلام نفسی پر دلالت کرنے والے الفاظ پڑھے و سنے جاتے ہیں۔
یہ نہیں کہ خود "کلام نفسی" زبان یا کان میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

جیسا کہ :- " آگ روشن کرنے والی اور جلانے والی ہے "
اس عبارت کو ہم اگر لکھے یا زبان سے بولیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کی حقیقت یہ ہے جو ہم نے لکھا ہے، وہ الفاظ ہیں جو ہم نے زبان سے آواز نکالی ہے، وہ آگ کی حقیقت ہے۔ بلکہ ہمارا لکھنا یا زبان سے تلفظ کرنا " یہ " دال " ہیں۔ اور حقیقی آگ پر، جو مدلول ہے :-

حاصل کلام :-
معتزلہ کا اعتراض کلام لفظی کے اوصاف سے متعلق ہے۔ جسکو ہم بھی مخلوق و حادث مانتے ہیں۔
اور جسے ہم قدیم و غیر مخلوق مانتے ہیں، وہ کلام نفسی ہے، "متذکرہ بالا" اوصاف اس کے نہیں ہیں :-

س[11] اگر قرآن " کلام لفظی و کلام نفسی " کے مابین مشترک ہے تو اصولین قرآن کی ایسی تعریف نہ کرتے جو صرف کلام لفظی پر صادق آئے، نہ کہ کلام نفسی :- ؟

ج: اصولین نے جو قرآن کی تعریف بیان کی ہے وہ اس وجہ سے کی ہے کہ احکام شرعیہ کی دلیل وہ الفاظ ہیں، نہ کہ معنی قدیم :-
وجہ :- کیونکہ معنی قدیم ہماری عقلوں سے خفاء ہے۔ اور اصولیین

"لفظ" کو دیکھتے ہیں کہ "مشترک" ہے یا "مؤول" ہے؟

اس سے
پھر "احکام شرعیہ" ثابت کرتے ہیں کہ یہ "واجب" ہے یا "فرض" ہے:۔

ان احکام کا تعلق "کلام لفظی" سے ہے نہ کہ کلام نفسی سے:۔ تو اس وجہ سے اصولیین "کلام لفظی" کی تعریف کرتے ہیں:۔

س [15] کلام نفسی کو سنا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بیان کریں:۔

ج عند ابی الحسن اشعری:۔
کلام نفسی کو سننا ممکن ہے، اگرچہ آواز نہ ہو، خرقِ عادت کے طور پر:۔
جیسا کہ:۔ جنت میں مومن حضرات خرقِ عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے:۔

عند ابی الاسحاق:۔
کلام نفسی کے سنے جانے کا انکار کیا ہے،
اسی قول کو "شیخ ابو منصور ماتریدی علیہ الرحمہ" نے پسند کیا ہے:۔
وجہ:۔
قابل سماع، اصوات ہیں، جبکہ کلام نفسی اصوات کے قبیل سے نہیں:۔

س [16] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پہ اللہ تعالیٰ کے کلامِ نفسی کو سنا تھا؟

ج انہوں نے وہ الفاظ سنے تھے۔ جو کلام نفسی پر دلالت کرتے تھے۔ نہ کہ خود "بذاتہٖ" کلام نفسی کو سنا تھا:۔

س [17] اعتراض سے پہلے ایک قاعدہ سمجھ لیں
قاعدہ:۔ حقیقت کا اپنے مدلول سے انتفاء نہیں ہو سکتا، جبکہ مجاز کا اپنے مدلول پر اثبات بھی ہو سکتا ہے اور انتفاء بھی ہو سکتا ہے؛
تو یہ اعتراض یہ ہے کہ
جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے اس

پر کلام کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے تو
قاعدہ کے تحت کوئی یہ
بھی بول سکتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے؛
حالانکہ
یہ اجماع کے مخالف ہے؛

ج: کلام مجاز نہیں ہے۔ بلکہ مشترک ہے اور مشترک کا اطلاق اپنے مدلول پر حقیقی طور پر ہوتا ہے۔ تو کلام کا اطلاق کلام نفسی پر بھی ہوتا ہے۔ کلام لفظی پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں حقیقی معنی میں استعمال ہیں :۔ یعنی :۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے کلام ہیں۔ ان سے اصلاً کلام کی نفی کرنا درست نہیں ہے :۔

تمت بالخیر

تکوین

س 18: تکوین کی تعریف قلم بند فرمائیے؟

ج: ماتریدیہ کا موقف:-
ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ "8" ہیں:- آٹھوی صفت "تکوین" ہے:-

اشاعرہ کا موقف:-
ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی "7" صفات ذاتیہ ہیں- "صفت تکوین" کو قدرت کے تحت شامل ہے:-

تکوین کا لغوی معنیٰ:-
کسی چیز کو پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنا:-

اصطلاحی معنیٰ:-
عدم سے معدوم کو نکال کر وجود میں لانا:-

دلیل:-
عقل و نقل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم کا خالق و مکوّن ہے۔
اور قاعدہ ہے کہ اسم مشتق کا اطلاق شئ پر بغیر اس کے ماخذِ اشتقاق کے ممتنع و محال ہے:-
لہٰذا جب
عقل و نقل سے اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا ثابت ہے، تو "خلق" وتکوین بھی اللہ کے ساتھ قائم ہوگی، اور صفت بھی ہوگی، اور جو صفت کسی موصوف کے ساتھ قائم ہو وہ حقیقی ہوتی ہے- لہٰذا "تکوین" اللہ تعالیٰ کی صفتِ حقیقی ہے:-

س 19: اللہ تعالیٰ کی صفت تکوین ازلی ہے، اس پر دلائل پیش کریں!

ج: تکوین اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے۔ اسکی "4" وجوہات ہیں:- اور وہ یہ ہیں:-

پہلی وجہ:-
اگر اس صفت کو ازلی نہ مانے تو حادث ماننے پڑے گا۔
جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے:-

دوسری وجہ :-

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنا خالق ہونا بیان فرمایا ہے، اور "خالق و مکوِّن" دونوں متحد ہیں۔ تو ازل ہی سے صفتِ تکوین و خلق کا ہونا ضروری ہے، اگر تکوین کو حادث مان لیا تو اللہ پاک کا کاذب ہونا لازم آئے گا، جو کہ محال اور باطل ہے :-

تیسری وجہ :-

اگر تکوین حادث ہو تو اسکی "2" صورتیں ہیں۔

تکوین کا وجود دوسری تکوین کی وجہ سے ہو گا
↓
اس صورت میں تسلسل لازم آئے گا۔ جو کہ باطل ہے۔
↓
اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہے۔

تکوین خود بخود وجود میں آئی ہوگی
→ تو حادث کا محدث سے مستغنی ہونا لازم آئے گا۔

تو اس صورت سے عالم کی تکوین کا محال ہونا لازم آئے گا۔
↓
کیونکہ یہ بات لازم آئے گی کہ اس تکوین کو بھی کسی نے پیدا کیا ہوگا
↓
یہ چلتا رہے گا، عالم کو پیدا ہی نہیں ہوگا لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ عالم کا وجود میں آگیا ہے

چوتھی وجہ :-

اگر تکوین حادث ہو تو اسکی "2" صورتیں ہیں :-

تکوین اللہ کی ذات میں ہوگی
↓
تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا محلِ حوادث ہونا لازم آئے گا
↓
جو کہ ذاتِ باری کے حدوث کو مستلزم ہونے کی وجہ سے باطل ہے

اللہ کے علاوہ میں ہوگی
↓
تو اس طور پر ہر جسم کی تکوین اسکے جسم کے ساتھ قائم ہیں۔ تو ہر بندہ خالق ہو جائے گا۔ کہ وہ اپنے آپ کو خود پیدا کروانا ہوگا۔ اور یہ بات محال ہے۔ اس میں کوئی خفاء نہیں ہے

س 20 اشاعرہ کا تکوین کے حدوث پہ دلائل کیا ہیں؟ وہ بیان کریں:۔

ج جسطرح مضروب کے بغیر ضرب کا تصور نہیں ہو سکتا، اسی طرح "مکوّن" کا تصور بھی بغیر تکوین کے نہیں ہو سکتا، اب اگر تکوین ازلی و قدیم ہو تو مکوّنات کا قدیم ہونا بھی لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، مکوّنات بالاتفاق حادث ہیں، تو تکوین بھی حادث ہو گی،

دلیل کا جواب:۔

تکوین ازلی و قدیم ہے، البتہ اس کا تعلق مکوّنات و مخلوقات کے ساتھ حادث ہے، تو تعلق کا حدوث مکوّنات و مخلوقات کے حدوث کو مستلزم ہے۔ لیکن تکوین کے حدوث کو مستلزم نہیں:۔

ماتن کا جواب اشاعرہ کو:۔

فعل، مفعول کے مغایر ہوتا ہے جیسا کہ "ضرب و مضروب" میں مغایرت ہے۔ نہ کہ ان میں عینیت ہے جیسا کہ اشاعرہ کہتے ہیں:۔

تمت بالخیر

ارادہ

س۲: کیا ارادہ اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی قدیم اور قائم بالذات ہے؟

ج: جی ہاں!

ارادہ اللہ تعالیٰ کی صفت ازلیہ ہے:۔

پہلی دلیل:۔

نصوص قطعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ارادہ کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی۔ جس سے ارادہ اور مشیئت کا اللہ تعالیٰ کی صفت ہونا معلوم ہوتا ہے:۔

دوسری دلیل:۔

جب کسی ذات کیلئے کسی صفت کا ثبوت ہو تو اس کا قیام بھی اسی ذات کے ساتھ ہوتا ہے:۔

تیسری دلیل:۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حوادث کا قیام محال و ممتنع ہے:۔

عند الفلاسفہ:۔

اللہ تعالیٰ موجب بالذات ہے۔ فاعل بالارادہ نہیں ہے:۔

دلیل:۔

اگر ارادہ صفت کو ثابت مانا جائے تو اسکی "2" صورتیں ہیں

ارادہ حادث ہوگا ← اس صورت میں حادث کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ لازم آئے گا ← جوکہ باطل ہے:۔

یا

قدیم ہوگا ← کسی شئ کا ارادہ اسی شئ کے پائے جانے کے بعد باقی رہے گا، اس صورت میں ← قدیم کا زوال لازم آئے گا ← جوکہ محال ہے:۔
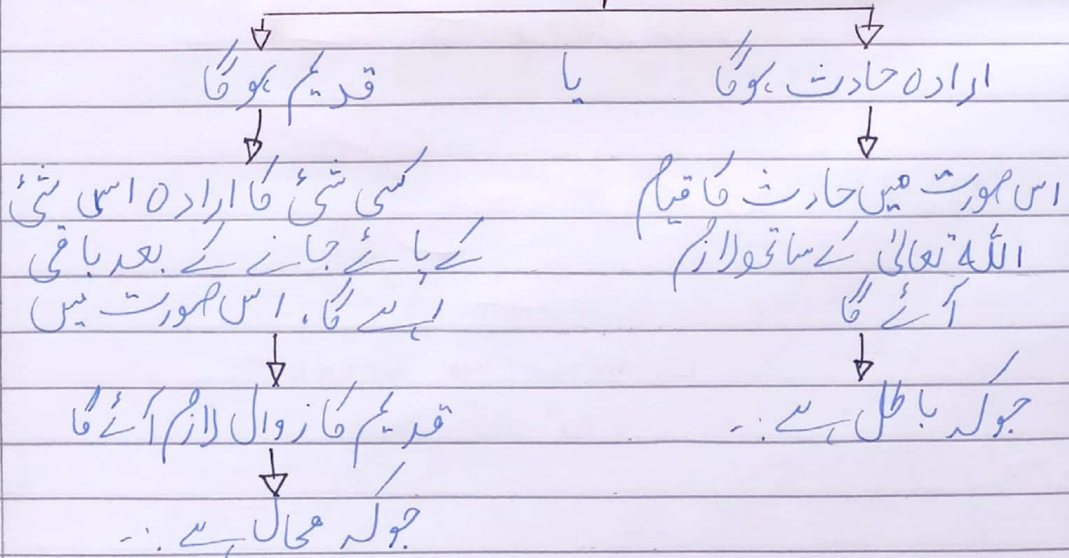
عند النجاریہ :-

اللہ تعالیٰ کا ارادہ عین ذات ہے :-

عند الکرامیہ :-

اللہ کیلئے صفت ارادہ تو ثابت ہے مگر وہ
حادث ہے ان کے حادث کا قیام اللہ کے ساتھ جائز ہے۔

کرامیہ کا رد :-

صفت ارادہ ازلی ہے،
اگر حادث مانیں تو
اللہ کا محل حوادث ہونا لازم آتا ہے :-
جو کہ محال ہے :-

تمت بالخیر

اپنے آپ کو دوسروں پر
منحصر کرنا،
یہ مستقل مزاجی
میں رکاوٹ
بنے گا :-

15-05-2020

رؤیت باری تعالیٰ

س 22 رؤیت کی تعریف قلم بند فرمائیے؟

ج رؤیت کی "2" تعریفیں ہیں:۔ اور وہ یہ ہیں:۔

پہلی تعریف:۔
آنکھ کے ذریعہ کسی شئ کا انکشاف تام ہو جانا:۔

دوسری تعریف:۔
خاصہ بصر کے ذریعہ کسی چیز کا اس طریقہ سے ادراک کرنا کہ جسطرح وہ واقع ہو اور نفس الامر میں ہے:۔

س 23 رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے یا نہیں؟ مع اختلاف بیان کریں:۔

ج اس بارے میں "2" مذھب ہیں:۔ وہ یہ ہیں
1- اہلسنت 2- معتزلہ

عند الاہلسنت:۔
رؤیت باری تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں ممکن ہے۔ لیکن شرعًا دنیا میں انبیاء کرام علیھم السلام کے علاوہ کسی اور کیلئے رؤیت محال ہے:۔

نقلی دلیل اوّل:۔
قولہ تعالیٰ:۔
وجوہ یومئذ ناضرہ الی ربھا ناظرہ

دلیل الثانی:۔
فرمان مصطفی علیہ السلام والصلاۃ ہے کہ "بیشک تم دیکھو گے اپنے رب کو جسطرح تم چودہ کا چاند دیکھتے ہو":۔

دلیل الثالث:۔
آئمہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا:۔

Scanned by CamScanner

عقلی دلیل:۔

اعیان و اعراض کو ہم دیکھتے ہیں۔ اور ہم ان کے مابین فرق بھی بیان کرتے ہیں۔ تو ہم اعیان و اعراض کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ حکم مشترک ہو گیا:۔ اور حکم مشترک کیلئے علت مشترکہ ہونا ضروری ہے کہ وہ علت ان کے مابین پائی جائے۔ تو وہ علتیں "3" ہیں:۔

وجود | حدوث | امکان

حدوث: عدم کے بعد وجود میں آنا۔

امکان: جسکا نہ عدم ضروری ہے نہ وجود ضروری ہے۔
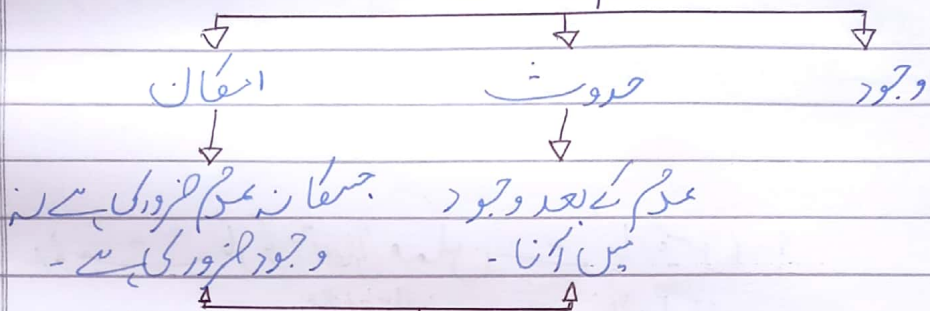
ان دونوں میں علت بننے کی صلاحیت نہیں۔ کیونکہ ان میں عدم آرہا ہے۔ اور عدم علت نہیں ہو سکتا۔ تو باقی وجود بچا۔ تو یہ اللہ و مخلوق کے درمیان مشترک ہے۔ کیونکہ مخلوق کا بھی وجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بھی وجود ہے:۔

نتیجہ:۔
تو جب ہم مخلوق کو دیکھ رہے ہیں
تو
اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ سکیں گے:۔

عند المعتزلہ:۔
رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں:۔

دلیل:۔
قولہ تعالیٰ:۔ لا تدرکہ الابصار:۔

وجہ استدلال:۔
"الابصار" میں "الف لام" استغراق کا ہے۔ مطلقاً نہ مسلمان دیدار کر سکے گا اور نہ کافر دیدار کر سکے گا:۔

س[24] جس میں علت وجود پائی جا سکے تو اسکو دیکھ سکتے ہیں، تو اصوات و طعام میں بھی وجود ہے، لیکن رؤیت نہیں کر سکتے؟

ج ان تمام کو دیکھنا ممکن ہے:۔
لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت اس بات پر جاری ہے کہ وہ ان چیزوں میں دیکھنے کی ایسی صلاحیت پیدا نہیں کی جو بندہ دیکھ سکے:۔
نہ یہ کہ ان کا دیکھنا ممکن نہیں:۔

س[25] مخالفین کا عقلی شبہ:۔
اللہ کی رؤیت کیسے ہو سکتی ہے، کیونکہ رؤیت کیلئے ضروری ہے کہ جسکو دیکھا جائے وہ کسی مکان، جہت وغیرہ میں ہو:۔ اور یہ ساری چیزیں اللہ کے حق میں محال ہیں؟

ج آپ نے غائب کو شاہد پر قیاس کیا ہے:۔ اور یہ فاسد ہے:۔
کیونکہ اللہ کو ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ تو مخلوق کو دیکھنے میں جو شرائط پائی جا رہی ہیں۔
یہ تو شرائط ہم اللہ کی رؤیت پر قیاس نہیں کر سکتے:۔

الزامی جواب:۔
آپ نے جتنی شرائط بیان کی ہیں۔ رؤیت کے بارے میں یہ اللہ میں نہیں پائی جا رہی۔ جب وہ ہمیں دیکھے گا (کیونکہ اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے)
تو جب ہمیں دیکھے گا، تو اس وقت کسی جہت میں ہوگا، کسی مکان میں ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ "مکان، جہت" سے پاک ہے۔ تو پتہ چلا کہ یہ شرائط رؤیت کیلئے ضروری نہیں:۔

تمت بالخیر

خالق افعال

س 26 کیا اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے یا نہیں؟ مع اختلاف بیان کریں:۔

ج افعال کی "2" اقسام ہیں:۔ اور وہ یہ ہیں:۔
1۔ افعال اضطراریہ 2۔ افعال اختیاریہ

افعال اضطراریہ کا حکم:۔
ان افعال کا خالق بالاجماع اللہ تعالیٰ ہے:۔

افعال اختیاریہ کا حکم:۔
اس بارے میں "2" مذھب ہیں:۔
1۔ اہلسنت 2۔ معتزلہ

عند الاہلسنت :۔
افعال اختیاریہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے:۔

نقلی دلیل:۔
قولہ تعالیٰ :۔ واللہ خلقکم وما تعملون :۔

عقلی دلیل:۔
بندہ اگر اپنے افعال کا خود خالق ہے تو وہ افعال کی تفصیل کو بھی جانتا:۔
کیونکہ "شئ" کو قدرت و اختیار سے پیدا کرنے والا اُس شئ کی تفصیل کو بھی جانتا ہے۔
لیکن بندہ اس بات سے آگاہ نہیں ہے:۔ کیونکہ بندہ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے۔ تو چلنے والے کو پتہ ہی نہیں ہوتا ہے کہ میں نے کہاں سکون کیا تھا اور کہاں حرکت کی تھی۔ کتنے قدم چلا تھا تو اگر بندہ خالق ہوتا تو ان سب چیزوں کو جانتا۔ لیکن اسے معلوم نہیں ہے:۔

نتیجہ:۔ تو پتہ چلا کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے بندہ نہیں ہے:۔

عند المعتزلہ :-

افعال اختیاریہ کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔

خود بندہ ہے :-

دلیل :-

اگر بندے کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا تو پھر بندے کے افعال میں کوئی فرق نہ ہوتا :- حالانکہ ایک حرکت "ماشی" کی ہے۔ اور ایک حرکت "مرتعش" کی ہے۔ اور بالبداھت دونوں میں فرق ہے۔

پہلی حرکت بندے کے اختیار میں ہے۔ اور دوسری حرکت اضطراری ہے۔ تو فرق یہ اسلئے کہ پہلی حرکت کا خالق بندہ ہے۔ اور دوسری حرکت کا خالق خالق اللہ تعالیٰ ہے :-

دلیل الثانی :-

اگر جمیع افعال کا خالق اللہ ہو تو پھر قاعدہ مکلف ہی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ بندہ اپنے فعل کے ساتھ مکلف ہوتا ہے۔ اور مکلف اسی کو بنایا جاتا ہے جس میں اس کو اختیار ہو۔ جب افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہوا تو اب وہ بندہ فعل کرنے میں "مضطر" ہوگا نہ کہ "مختار" ہوگا۔

تو قاعدہ تکلیف باطل ہوا۔ اور اسی طرح عقاب و ثواب بھی باطل ہو جائیں گے :-

س 27: کیا بندوں کے تمام افعال اللہ کے ارادے، مشیئت، اور حکم کے تحت واقع ہوتے ہیں یا نہیں؟

ج: اس بارے میں "2" مذھب ہیں :- وہ یہ ہیں :-

1- اہلسنت 2- معتزلہ

عند الاہلسنت :-

جمیع افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے و مشیئت اور حکم کے ساتھ ہیں :-

عند المعتزلہ :-
نیک افعال تو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔
لیکن "قبائح و شرور" کا اللہ تعالیٰ ارادہ نہیں کرتا :-

دلیل :-
قبیح کی خلق قبیح ہے۔ ایسے ہی قبیح کا ارادہ بھی قبیح ہوتا ہے۔ اب اگر "قبائح و شرور" کا بھی اللہ تعالیٰ ارادے کرے تو لازم آئے گا۔ کہ اللہ قبائح کے ساتھ متصف ہو جائے :-

عند الکرامیہ :-
ارادہ و مشیئت کے مابین فرق ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارادہ حادث ہے۔ اور مشیئت ازلی ہے :-

س 28 قضاء اور تقدیر کی تعریفیں بیان کریں ؟
ج تعریف القضاء :-
"فعل میں پختگی"
بندے سے بھی افعال کا صدور نہایت پختہ ہوتا ہے :-

تعریف التقدیر :-
ہر مخلوق کی حد مقرر کرنا :-

س 29 افعال اختیاریہ پر ثواب یا عقاب دیا جائے گا یا نہیں ؟ مع اختلاف بیان کریں :-
ج اس بارے میں "2" مذھب ہیں :- وہ یہ ہیں :-
1- اہلسنت 2- جبریہ

عند الاہلسنت :-
اگر افعال طاعت والے ہوئے تو ان کے ساتھ ثواب دیا جائے گا۔ اگر معصیت والے ہوئے تو ان پر بندہ کو عقاب ہوگی :-

دلیل :-
اگر بندے کیلئے کوئی فعل نہ ہو تو پھر بندے کی تکلیف

صحیح نہیں ہونی چاہیے۔
کیونکہ بندہ اپنے فعل کے ساتھ مکلف ہوتا ہے۔ اور جب بندے کیلئے فعل ہی نہیں تو مکلف تو مکلف کس سے ہوگا۔

نقلی دلیل:-
قولہ تعالیٰ:- "جزاء بما کانوا یعملون"

نتیجہ:-
تو اس سے ثابت ہوا کہ بندہ جو کام کرتا ہے۔ اسکی جزاء ملے گی۔

عند الجبریہ:-
بندے پر ثواب و عقاب مرتب نہیں ہوگا۔

دلیل:-
بندہ جمادات کی طرح ہے۔ بندے میں نہ ہی کسب کی قدرت ہے اور نہ ہی خلق کی قدرت ہے۔ تو اس وجہ سے بندے پر "ثواب و عقاب" مرتب نہ ہوگا۔

س ۲: کسب و خلق کے مابین فرق بیان کریں؛
ج: کسب و خلق کے درمیان "2" طرح سے فرق ہے۔

پہلا فرق:-
کسب آلے کے ساتھ واقع ہوتا ہے،
اور
خلق بغیر آلے کے ساتھ واقع ہوتا ہے،

دوسرا فرق:-
کسب میں قادر کی انفرادیت درست نہیں ہوتی،
جبکہ
خلق میں اسکی انفرادیت درست ہوتی ہے،

"استطاعة مع الفعل"

س ۱: استطاعت مع الفعل کیا ہے؟ مع اختلاف سپردِ قلم کریں:-

ج: استطاعة

- سلامة اسباب و آلات
- حقیقة قدرت

بلاالاتفاق "علی استطاعت فعل پر مقدم" ہوتی ہے۔

حقیقة قدرت:

- عند الاہلسنت: حقیقت قدرت فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے:-
- عند المعتزلہ: حقیقت قدرت استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ہے۔ فعل بعد میں پایا جاتا ہے:-

دلیل:-

استطاعت ایک عرض ہے۔ اور عرض کا بقاء محال ہے۔ اور استطاعت کی بقاء یہ "تجدد امثال" کے طور پر ہے۔ اسلئے کہ جب استطاعت عرض ہے، تو واجب ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ بالزمان نہ کہ استطاعت فعل پر مقدم ہو، اگر استطاعت فعل سے ملی ہوئی نہ ہو بلکہ فعل پر مقدم ہو تو فعل کا بغیر قدرت کے واقع ہونا لازم آئے گا:-

دلیل المعتزلہ

کافر مکلف ہے، ایمان کا بھی، نماز کا بھی، کیونکہ قدرت پہلے پائی جا رہی ہے،

برخلاف اس کے جو تم کہتے ہو کہ قدرت فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہے، کیونکہ قدرت ہی نہیں پائی جا رہی تو فعل کیسے پایا جائے

(یعنی ایمان لانا، وغیرہ جب قدرت نہیں پائی جا رہی)

اور یہ بات باطل ہے کہ کافر مکلف نہ ہو، بلکہ وہ مکلف ہے:-

س 32: استطاعت فعل کیلئے علت ہے یا شرط؟ مع وضاحت کریں:۔

ج: استطاعت فعل کیلئے

بعض علماء کرام کے نزدیک → علت ہے:۔

جمہور کے نزدیک → شرط ہے:۔

س 33: محال عقلی و محال عادی پر مکلف بنانا جائز ہے یا نہیں؛ مع اختلاف بیان کریں:۔

ج: اس بارے میں "3" مذھب ہیں:۔ وہ یہ ہیں:۔

1- معتزلہ 2- اشاعرہ 3- ماتریدیہ

عند الاشاعرہ:۔

محال عقلی و محال عادی پر مکلف بنانا جائز ہے،

وجہ:۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز قبیح نہیں ہے، وہ مالک ہے جو چاہے کرے:۔

عند المعتزلہ:۔

محال عقلی و محال عادی پر مکلف بنانا ناجائز ہے

دلیل:۔

قولہ تعالیٰ "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا"

وجہ استدلال:۔

اگر تکلیف مالایطاق جائز ہوتا۔ تو اس کے وقوع کے فرض کرنے سے محال لازم نہ آتا۔ لیکن "تکلیف مالایطاق" کے فرض کرنے سے محال لازم آرہا ہے، اور وہ محال کذب کلام الہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا" تو ثابت ہوا کہ تکلیف مالایطاق جائز ہی نہیں ہے:۔

عند الماتریدیہ :-
محال عقلی ناجائز ہے،
اور محال عادی جائز ہے،

س نمبر 7: اجل کی وضاحت سپرد قلم فرمائیے؛
ج: اس بارے میں "3" مذاہب ہیں :- وہ یہ ہیں :-
1- اہلسنت 2- کعبی 3- معتزلہ

عند الاہلسنت :-
اجل ایک ہی ہے، (موت کی مدت ایک ہی ہے)

عند الکعبی :-
مقتول کیلئے "2" اجلیں ہیں -
1- قتل یعنی قاتل کے قتل کرنے سے جو اجل آجائے،
2. موت یعنی اگر قاتل نے قتل نہیں کیا وہ موت کی مدت تک زندہ رہے گا،

عند المعتزلہ :-
حیوان کیلئے "2" اجلیں ہیں،
1- اجل طبعی 2- اجل اخترائی

اجل طبعی :-
جو خود بخود موت آتی ہے - جب بندے کی رطوبت خشک ہوجاتی ہے - تو اس کی حرارت بجھ جاتی ہے،
جیساکہ بوڑھا،

اجل اخترائی :-
مرض یا حادثہ کی وجہ سے بندہ مرجائے،

تمت بالخیر

"حرام رزق کا بیان"

س 1: رزق کی تعریف قلم بند کریں؟
ج: رزق کی 2 تعریفیں ہیں :- وہ یہ ہیں :-

ج: پہلی تعریف :-
رزق نام ہے اس چیز کا جسکو اللہ تعالیٰ حیوان کی طرف پہنچاتا ہے۔ پھر وہ اسکو کھاتے ہیں، یہ حلال بھی ہوتا ہے اور حرام بھی ہوتا ہے،

دوسری تعریف :-
رزق نام ہے اس چیز کا کہ جس کے سبب حیوان غذا حاصل کرتے ہیں :-

س 2: حرام رزق ہے یا نہیں؟ بیان کریں :-
ج: حرام رزق ہے یا نہیں؟
اس اختلاف کی بنیاد یہ مقدمے ہیں :-

1 مقدمہ :-
رزق کی اضافت فقط اللہ کی طرف ہے، کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی رزاق نہیں ہے :-

2 مقدمہ :-
حرام کھانے پر بندہ مذمت اور سزا کا حقدار ہوتا ہے،

نوٹ :-
ان دونوں مقدموں پر اہلسنت و معتزلہ کا اتفاق ہے :-

3 مقدمہ :-
جس چیز کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو وہ قبیح نہیں ہوتا اور اس کا مرتکب مذمت اور سزا کا مستحق نہیں ہوتا :-
اس مقدمہ سے معتزلہ نے دلیل پکڑی ہے کہ اگر حرام رزق ہوتا تو اس پر عذاب نہ ہوتا، حالانکہ اس پر عذاب ہوتا ہے، تو پتہ چلا کہ حرام رزق نہیں ہے :-

عندالاہلسنت :-
حرام رزق ہے :-

دلیل :-

ہر بندہ جو رزق وصول کرتا ہے یا تو وہ حلال ہوگا یا
حرام ہوگا :-
کیونکہ حلال ہو یا حرام ہو، رزق دونوں سے حاصل ہوتا ہے،
ہر بندہ اپنا رزق کھاتا ہے، کوئی دوسرا بندہ اس کا رزق نہیں کھا سکتا،
کیونکہ جس شخص کیلئے اللہ تعالیٰ نے بخدا مقرر کر دی ہے، واجب
ہے کہ وہ اس کو کھائے اور ممتنع ہے کہ دوسرا اس کو کھائے،
کیونکہ
کوئی دوسرا بندہ اسکو کھائے گا تو اللہ تعالیٰ کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔
جبکہ اللہ سے منزہ و پاک ہے،

س 37 ہدایت کے معنی بیان کریں؛

ج: ہدایت کے معنی میں "2" مذھب ہیں :- وہ یہ ہیں :-
1- اہلسنت 2- معتزلہ

عند الاہلسنت :-

ہدایت کا معنی "رہنمائی کرنا ہے اس راستے پر جو
مطلوب تک پہنچا دے" :- یعنی، صرف راستہ دکھانا ہے،
اب بندہ چاہے اسکو حاصل کرے یا نہ کرے یعنی، مطلوب
تک پہنچنا لازم نہیں ہے۔ ہدایت کیلئے :-

عند المعتزلہ :-

ہدایت کا معنی "وہ رہنمائی ہے جو پہنچا نے والی ہے،
مطلوب تک" یعنی، ہدایت کیلئے مطلوب تک
پہنچنا لازم ہے۔ جو مطلوب تک نہ پہنچے، وہ ہدایت یافتہ
نہیں ہو سکتا :-

س 38 "اصلح للعبد" اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا نہیں؟
مع اختلاف بیان کریں :-

ج: اس بارے میں "2" مذھب ہیں :- وہ یہ ہیں :-
1- اہلسنت 2- معتزلہ

عند الاہلسنت :-

"اصلح للعبد" اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔

دلیل :-
اگر اللہ تعالیٰ پر بندوں کیلئے "اصلح" چیز واجب ہوتی تو وہ کافروں کو پیدا نہ کرتا، کیونکہ وہ دنیا میں بھی معذب ہیں اور آخرت میں بھی :-

عند المعتزلہ :-
"اصلح للعبد" اللہ تعالیٰ پر واجب ہے،

دلیل :-
اگر اللہ تعالیٰ "اصلح" کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ کا بخیل ہونا لازم آئے گا، وہ اس طرح کہ اگر اللہ تعالیٰ جانتا کہ اس کیلئے یہ چیز فائدہ مند ہے، پھر بھی اسکو ترک کر رہا ہے تو یہ بخل ہے۔
اگر اللہ تعالیٰ نہیں جانتا کہ اسکیلئے کیا چیز بہتر ہے تو اس صورت میں جہالت لازم آئے گی :-

س 39 کیا عذاب قبر ہوگا یا نہیں ؟ مع اختلاف لکھئے؟
ج عند الاہلسنت :-
قبر کا عذاب تمام کافروں اور بعض نافرمان مسلمانوں کیلئے ثابت ہے :-

دلیل :-
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچو، کیونکہ اکثر عذاب قبر اس سے ہوتا ہے :-

عند المعتزلہ والروافض :-
عذاب قبر کے منکر ہیں :-

دلیل :-
میت پتھر کی طرح ہے نہ اس کیلئے حیاتی ہے اور نہ ہی اس میں ادراک کی قوت ہے :-

س 40 اللہ تعالیٰ کیا قبروں سے مردوں کو دوبارہ اٹھائے گا یا نہیں ؟

ج عند الاہلسنت :-

جی ہاں :- دوبارہ اٹھائے گا اس طور پر کہ ان کے اجزاء اصلیہ (جزء لایتجزیٰ) کو جمع کرے گا ، پھر ان کی طرف روح لوٹائے گا :-

دلیل :-

قولہ تعالیٰ :- "ثم إنكم يوم القيامة تبعثون"

ترجمہ :- "پھر بیشک تمہیں قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جائے گا"

عند الفلاسفہ :-

یہ بعثت کا انکار کرتے ہیں :-

دلیل :-

ایک چیز معدوم ہو چکی (یعنی مر گیا) تو دوبارہ معدوم کا اعادہ کرنا ممتنع ہے :-

س 41 میزان ثابت ہے یا نہیں ؟

ج عند الاہلسنت :-

میزان حق ہے :-

دلیل :-

قولہ تعالیٰ :- "والوزن یومئذ الحق"

عند المعتزلہ :-

میزان کے منکر ہیں :-

دلیل :-

اعمال عرض ہیں - اگر یہ بات مان لیں کہ اعمال کا دوبارہ اعادہ ہو سکتا ہے تو ہم اس بات کو نہیں جانتے کہ اس کا وزن ہو ، کیونکہ اعمال کا وزن نہیں ہوتا ،

اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال کو جانتا ہے تو وزن کرنا عبث ہے :-

س 42: میزان کی تعریف قلم طراز فرمائیے؟

ج: تعریف الوزن:-

میزان نام ہے اس چیز کا کہ جس کے ذریعے اعمال کے مقادیر کو جانا جاتا ہے۔ لیکن محقق میزان کی کیفیت سے قاصر ہے:-

س 43: کتاب کی تعریف مع اختلاف تحریر کریں؟

ج: تعریف الکتاب:-

بندوں کی نیکیاں اور ان کے گناہ لکھے ہوئے ہیں، مومنوں کو ان کے سیدھے ہاتھوں میں دیا جائے گا اور کافروں کو ان کے الٹے ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا:-

عند الاہلسنت:-

کتاب برحق ہے:-

دلیل:-

قولہ تعالیٰ:- ونخرج له يوم القيامة كتابا يلقاه منشورا ۝

ترجمہ:- اور ہم نکالے گیں اس کیلئے قیامت کے دن کتاب جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا:-

عند المعتزلہ:-

کتاب کا انکار کیا:-

دلیل:-

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، تو کتاب تو عبث ہے:-

تمت بالخیر